OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY*”
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

کفالت کا نبوی منہج-اختصاصی مطالعہ

NABVI’S PATTERN OF GUARDIANSHIP – A SPECIFIC STUDY

Zobia Sarwar
Visiting Lecturer, Bahauddin Zikriya University, Multan

Dr. Malik Kamran
Assistant Professor, The University of Laore, Lahore.

Abstract: Islam, being a natural religion, particularly accentuates on mutual social partnership and welfare. Islamic injunctions underscore the formation of a society where individuals are imbued with the beliefs of cooperation and compassion. Guardianship / Patronage has exceptional significance in Islam. The Holy Prophet Muhammad PBUH made special arrangements, in his life, for the upbringing and support of the orphans, needy, widows and indigent persons. It becomes apodictic from every aspect of the life of Holy Prophet Muhammad PBUH that the companions of the prophet took the guardianship of the people who couldn't afford the necessities of life. In this research article, the practical examples of guardianship set by the Holy Prophet Muhammad PBUH have been consecrated in detail. In this contemporaneous era, when the abject poverty, destitution and penury is forging class division in a society, it has become indispensable to reintroduce the system of guardianship And acquire the necessary instructions regarding guardianship from the Holy Prophet Muhammad PBUH.

Keyword: Guardianship,Welfare,Destitution,Contemporaneous,Indispensable.

تعارف:

اِسلام امن و سلامتی اور باہمی تعاون کے جذبہ پر قائم معاشرے اور ریاست کی تعمیر و تشکیل کا خواہاں رہا ہے، جس میں ہر شخص کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہو اور افرادِ معاشرہ امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کریں۔یہی وجہ ہے اسلامی تعلیمات میں فلاح و بہبود کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے افرادِ معاشرہ کو ایک دوسرے کی کفالت کا ذمہ دار بنایا یا ہے۔انفرادی سطح پر اولاد کے نان و نفقہ اور دیگر اخراجات والدین پر ہیں، والدین کے بوڑھے و ناتواں ہوں تو یہی ذمہ داری اولاد کو منتقل ہو جاتی ہے۔بیوی کی تمام تر معاشی ضرورتوں کے لیے حسبِ توفیق شوہر کو ذمہ دار قرار دے دیا گیا اور یتیم بچے کی کفالت کی ذمہ داری قریبی رشتہ داروں اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں دیگر افرادِ معاشرہ پر ڈال دی گئی ہے۔اِجتماعی سطح پر کفالت کیلئے بیت المال کا قیام حکومتِ کی ذمہ داری میں شامل ہے تاکہ اس اہم فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے لیے لوگوں سے زکوۃ، خیرات اور دیگر عطیات کی صورت میں رقم جمع کرے۔ سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے زیر کفالت افراد کی ایک طویل فہرست کتب سیرت میں موجود ہے۔ مضمون ہذا میں رسول اللہ ﷺ کی ایسی کفالتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو باقاعدہ طور پر آپ کی کفالت اور نبوت کے زیر سایہ تربیت رہے، اور انہیں آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر اطوار حیات کو سمجھنے اور حسن کردار و عمل سے مزین ہونے کا موقع ملا۔ اسلامی تعلیمات میں کفالت و پرورش کے حقیقی معانی سے متعلق آگہی کیلئے ضروری ہے کہ کفالت و نفقات کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کو سمجھا جائے تاکہ کفالت کا دائرہ کار اور مقاصد واضح ہو سکیں۔ذیل میں کفالت کے معانی و مفاہیم ذکر کیے جاتے ہیں:

کفالت کے معانی و مفاہیم:

لغوی اعتبار سے لفظ کفالۃ کفل یکفل سے مصدر جو (ک-ف-ل) کے مادہ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ایک چیز کا دوسری کیلئے ضامن ہونا ہے۔ ماہر لغت ابن فارس لکھتے ہیں: ''کافل اور ضامن اصل میں کفیل کے ضمن میں آتے ہیں۔اور کافل سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی انسان کی پرورش و تربیت کرتا ہے''۔[1]

لفظ کفالت کی وضاحت میں بصائر ذوی التمییز کے مصنف لکھتے ہیں: ''کفالت کا مطلب ضامن ہونا، ہوتا ہے۔ جیسے: وھو یکفینی ویکفلنی ''وہ میری پرورش کرتا ہے اور مجھ پر خرچ کرتا ہے''۔[2]

امام راغبؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے اس فرمان(وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا)''اوراُس(مریمؑ)کی کفالت زکریا نے کی'' کے متعلق لکھتے ہیں: آیت مذکورہ میں''کفّلها''تشدید کے ساتھ ہے جس کا مطلب کفیل بننا ہے۔ اور کفلها کو تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا گیاہے جس کا معنی ضامن ہوناہے''۔[3]

کفالت وپرورش کیلئے ایک لفظ نفقہ بھی مستعمل ہے، جس کے معنیٰ خرچ کرنے کے ہیں، لغت میں نفقہ سے مراد ایسامال ہے جوانسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتاہے۔ کفالت کے ہم معنی لفظ نفقات بھی ہے، چنانچہ فقہاء نے کفالت کے باب کو باب النفقات ہی کے نام سے موسوم کیاہے۔

لفظ کفالت کی وضاحت میں امام راغب اصفہانی ابو عبیدہؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ''قبول حسنٍ اور نباتِ حسنٍ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرورش اپنے حکم سے ایک نبی کے ذمہ لگائی اور حفاظت کا حکم دیا۔

لفظ کفالت سے متعلق ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: ''تکفلتُ با لشیئ کا مطلب ہے میں نے اُسے اپنے اوپر لازم کرلیاہے اور اُس سے بوجھ ہلکا کردیا، اُسے اپنائیت دی، اُس سے اجنبیت اور تنہائی کو ختم کردیا''۔[4]

حدیث نبوی میں وارد الفاظ ہے (اناوكافل اليتيم فى الجنة كهاتين فى الجنة له ولغيره) میں لہ کی ضمیر اور لغیرہ کی ضمیر کافل کی طرف لوٹتی ہیں۔ یعنی جس کی کفالت کی جارہی ہے وہ کفالت کرنے والے کا رشتہ دار ہو یا اجنبی۔[5]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے (الراب كافل) تو اس میں الراب سے مراد یتیموں کی ماں کا خاوند ہے کیونکہ وہ مال کے ساتھ بھی تربیت اور پرورش میں برابر کا شریک ہوتاہے۔[6]

مکفول سے مراد وہ ہے جس کی بچپن میں کفالت کی گئی ہو۔ جیسا کہ وفد ہوازن والی حدیث میں ہے (وأنت خير المكفولين) ''کفالت کیے گئے لوگوں میں آپ سب سے بہترین ہیں''۔ لفظ مکفول کی وضاحت کرتے ہوئے ابن اثیرؒ فرماتے ہیں: ''جس کی اچھے انداز میں بچپن کے اندر کفالت کی گئی ہو اور دودھ پلایا گیا ہو یہاں تک کہ بڑا ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبیلہ بنو سعد میں دودھ پلائے گئے تھے''۔[7]

کفالت سے متعلق اسلامی تعلیمات:

قرآن و سنت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِسلام نے کفالتِ عامہ کے تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مختلف حثیات سے متمول افراد معاشرہ پر نادار، مسکین اور لاوارث افراد کی کفالت کی ذمہ داری عائد کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ-نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا "۔[8]

"ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کی ہے اور ہم نے (رزق میں) بعض کو بعض پر کئی درجے فوقیت دی ہے کہ انجام کار ایک، دوسرے سے مال کے ذریعے خدمت لے"۔

درجِ بالا آیتِ کریمہ میں خدمت لینے کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ ضرورت منداور غریب لوگ صاحبِ حیثیت سے اپنا حصہ لیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"و فی اموالهم حق معلوم، للسائل والمحروم"۔[9]

"اور ان لوگوں کے مالوں میں مقرر حق ہے، سوال کرنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا"۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ ابنِ عباس سے مروی ہے: "حق" سے مراد زکوٰۃ مفروضہ ہے، جب کہ "سائل" سے مراد وہ شخص ہے، جو اپنی ضرورت کا اظہار کر کے لوگوں سے مانگتا ہو اور "محروم" سے مراد وہ شخص ہے، جو ضرورت مند ہونے کے باوجود لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا جب کہ مالدار شخص اُسے سوال نہ کرنے کی وجہ سے خوش حال سمجھ رہا ہوتا ہے"۔[10]

قرآن مجید کی تعلیمات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن آیاتِ کریمہ میں زکوٰۃ کے ذریعے مستحق و محرومین کی امداد و کفالت کا حکم دیتے ہیں۔

احادیث نبویہ میں بھی کفالت اور خیر خواہی کو بنیادی حثییت حاصل ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قبول اسلام کے وقت بیعت لیتے ہوئے صحابیِ رسول کو دین اسلام کے بنیادی وصف خیر خواہی اور باہمی تعاون سے متعلق آگاہ کیا، چنانچہ جریر ابن عبد اللہ فرماتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُولَ االلهِ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاء الزَّكَاةِ، وَالنُّصحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ"۔[11]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکواۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر بیعت کی۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو یہ درس دیا کرتے تھے کہ جو شخص کسی بیوہ یا مسکین کی خبر گیری کرتا وہ اجر و ثواب کے اعتبار سے ایسے افراد کے ہم پلہ ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے یا جو شخص دن کو روزے رکھتا ہے اور رات کو عبادت کے لیے کھڑا رہتا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيْلِ االلهِ، وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ، وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ ."۔[12]

"بیوہ عورت اور مسکین کے (کاموں) کے لیے کوشش کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اُس قیام کرنے والے کی طرح ہے جو تھکتا نہیں اور اُس روزہ دار کی طرح ہے جو مسلسل روزے رکھتا ہے"۔

مفادِ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کیلئے ایک دوسرے کی مدد کرنے والے افراد کو رسول اللہ ﷺ نے بہترین افراد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"خَيرُ النَاسِ اَنفعُهم لِلناَس"۔[13]

"لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو ان میں سے لوگوں کیلئے زیادہ نفع بخش ہو"۔

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد مسجد نبوی کی تعمیر کے فوراً بعد ہی "اُخوّت وبھائی چارگی" کا عظیم رشتہ قائم فرما کر اسلام کے تصور کفالت کو واضح کیا چنانچہ مکہ سے ہجرت کر کے آنیوالے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مالی و اخلاقی تعاون کی ذمہ داری انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سونپ دی گئی، اقوام عالم کی تاریخ میں ایثار، ہمدردی اور اجتماعی کفالت کی اس سے بڑی نظیر نہیں ملتی۔

رسول اللہ ﷺ کی کفالتیں:

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم اور خاص پہلو افراد خانہ اور افراد معاشرت کی کفالت ہے۔ جس کی طرف عام طور پر سیرت نگاروں کا رجحان بہت کم رہا ہے۔ سیرت طیبہ کے اس باب سے نبی کریم ﷺ کی جود و سخاوت ہمدردی و غمگساری، حق داروں کی خبر گیری و خیر خواہی جیسے اوصاف حمیدہ آشکار ہوتے ہیں۔ حقیقت میں نبی ﷺ کی سیرت پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے آپ ﷺ کی کفالت اس طرح عالمگیر نظر آتی ہے جس طرح آپ جہاں والوں کے لیے رحمت بن کر

آئے۔آپ ﷺ کی نبوت و رسالت بھی عالمگیر، دعوت و خطابت بھی عالمگیر اسی طرح آپ کی طرف سے انسانوں کی کفالت بھی سارے جہان کی نظر آتی ہے اگرچہ اس کفالت کی صورتیں دو طرح سے بیان کی جاسکتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ مکی دور میں بھی قبل از نبوت کفالت اور امداد باہمی کیلئے ہمہ وقت مستعد رہتے جیسا کہ حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کی اس صفتِ کفالت و پرورش اور غریب پروری کو ان الفاظ میں میں بیان کرتی ہیں:

" كلا والله ما يخزيک الله ابداً انک لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتعين على نوائب الحق "۔[14]

"اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کریں گے آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں اور ناتواں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں اور ناداروں کیلئے کماتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی میں بالواسطہ کفالت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔اس میں افراد واشخاص معاشرت اور اجتماعات اقوام و ملل کی معاشی کفالت شامل ہے۔جس کی ساری خیر و برکت کا سہرا آپ کے سر ہے۔اور اس کا آغاز آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔اس بالواسطہ کفالت سے سب سے پہلے ابو لہب کی لونڈی ثویبہ استفادہ کرتی ہے۔کہ ابو لہب اس کو آپ کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیتا ہے۔اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے بھی آنحضور ﷺ کے تعلق سے بہت سا فیض پایا اور گھر میں خیر و برکت اور مال کی فروانی شامل ہے جو کہ کفالت کا ہی حصہ ہے۔نبوی کفالتوں کے چشمہ فیضان سے دادا عبد المطلب اور چچا ابو طالب بھی سیراب ہوئے۔جناب عبد المطلب کا آپ سے والہانہ لگاؤ صرف پوتے کی نسبت ہی سے نہ تھا بلکہ وہ آپ کی بے شمار برکتیں دیکھ چکا تھا۔اسی طرح ابو طالب تو ہمیشہ آپ ﷺ کی کفالت و برکت کا معترف رہا، کہ کہا کرتا تھا:"محمد انک مبارک"[15]

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کی کفالت تو بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح سے کی گئی۔اس گھرانے کی کفالت کے لئے آپ ﷺ کا بکریاں چرانا، تجارت کرنا، مکہ میں خوشبو فروخت کرنا بہت واضح ہے۔یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں خیر و برکت اور اضافہ بھی رسول اللہ ﷺ کی بدولت ہوا تو بعید از حقیقت نہیں۔یعنی صرف حضرت خدیجہؓ ہی نہیں بلکہ مکہ کے کئی تاجروں کی تجارت کو فروغ بھی آپ ﷺ کی بدولت ہی ملا۔آپ ﷺ کی کفالت اور برکت سے نہ صرف انسانی معاشرے کا ہر گوشہ اور ہر فرد فیض یاب ہوا بلکہ جانوروں کو بھی آنحضور ﷺ کی کفالت و محبت سے حظ وافر ملا۔

نبی ﷺ کی مکی اور مدنی دور کی وہ کفالتیں جو آپ نے بطور نبی یا حکمران کے فرمائی ہیں، جن میں سر فہرست مظلوم اور غلام مسلمانوں کو کفار کے شکنجہ استبداد سے چھڑانا، نئے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنا وغیرہ شامل ہے۔ کفالت نبوت کے حق دار بننے والوں میں حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، بعینہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[16]

ان کفالتوں میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا تعاون بھی بے مثال ہے جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں کیا:

"مانفعنی مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر"۔[17]

"جس قدر مجھے ابو بکرؓ کے مال نے معاونت کی وہ کسی دوسرے نے نہیں کی"۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی یہ اعانت یقیناً اللہ کے دین کی خدمت تھی لیکن رسول اللہ ﷺ چونکہ قائد اور سربراہ تھے اور یہ ساری ذمہ داریاں آپ ﷺ نے ادا کیں اس لئے آپ سے ہی منسوب ہوں گی۔

ریاست مدینہ کے قیام کے بعد اجتماعی کفالت کا تصور مزید واضح انداز سامنے آیا اور چند افراد کی کفالت کی بجائے کفالتِ نبوی میں شامل ہو گئے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قائم کردہ نظامِ کفالت میں مہاجرین کی آبادکاری، خانوادہ نبوت کا قیام وبعام، اہل صفہ کی کفالت، مجاہدین، غازیان اسلام اور شہداء فی سبیل اللہ کے ورثاء کی اعانت و کفالت سر فہرست تھی۔ غرض یہ کہ حضور پر نور ﷺ کی ذات گرامی نے بالواسطہ کفالت کو اس احسن انداز سے نبھایا کہ افراد، اقوام اور ملل کی آسودگیوں کا مناسب طور پر خیال رکھا، جس کی دوسری کوئی مثال تاریخ انسانیت پیش نہیں کرتی۔

رسول اللہ ﷺ اور امہات المومنین کی اولاد کی کفالت:

حرم رسالت مآب ﷺ میں جن معزز خواتین کو داخل ہونے اور امہات المومنین کا شرف عظیم حاصل کرنے کا تمغہ افتخار ملا، ان میں حضرت عائشہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ماریہؓ کو چھوڑ کر سب کی سب یا تو مطلقہ تھیں یا بیوہ۔ جن میں سے بعض بیویاں صاحب اولاد بھی تھیں۔[18] جن کی کفالت اور تربیت کا ذمہ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا تھا۔ اور وہ سب کے سب آنحضور ﷺ کے زیر نگرانی پروان چڑھے ان تفاصیل سے نبی ﷺ کا اپنی اولاد سے تعلق بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ان خوش قسمت نفوس کو بھی اپنی اولاد کی ہی طرح پالا پوسا اور تربیت فرمائی۔ جن کے اسماء کی تفصیل یہ ہے :

ا۔ حضرت ہند بن نباش بن زرارہ تمیمی

۲۔ حضرت ہالہ بن نباش

۳۔ حضرت طاہر بن نباش

۴۔ حضرت ہند بنت عتیق بن عائذ مخزومی (حضرت خدیجہؓ کے بطن سے)

۵۔ حضرت سلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد

۶۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ

۷۔ حضرت درہ بنت ابی سلمہ

۸۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ (حضرت ام سلمہؓ کے بطن سے)

۹۔ حضرت عبدالرحمن بن سکران بن عمرو (حضرت سودہؓ کے بطن سے)

۱۰۔ حضرت حبیبہ بنت عبداللہ بن جحش (حضرت رملہ ام حبیبہؓ کے بطن سے)[19]

ازواج مطہرات کی مذکورہ بالا اولاد کی مکمل نگہداشت وپرداخت، تعلیم وتربیت اور کفالت وذمہ داری کا بار حضرت اقدس ﷺ نے ہی برداشت کیا تھا اور اس حسن وخوبی کے ساتھ پرورش کی گئی تھی کہ ان میں سے ہر ایک صحابیت کے جلیل القدر منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کا داعی ومبلغ، میدان کارزار کا مجاہد، تعلیمات اسلامی اور ارشادات نبوی کا ناشر، مزاج نبوت کا رمز شناس اور زبان وبیان نبوی کا متبع وپیروکار نظر آتا ہے، جن میں تربیت نبوی ﷺ کا مکمل عکس پایا جا سکتا ہے۔

محسن انسانیت اور معلم کائنات ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ آنے والی اولاد کی صرف کفالت ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے کریمانہ اخلاق، مشفقانہ طبیعت اور تعلیم وتربیت کی عظیم صلاحیت کے ذریعے ان فرزندان ازواج مطہرات کی جس طرح کفالت فرمائی اور ان کے احساس یتیمی کو دور کرنے کے لئے جس تعلق ووارفتگی، شفقت ومحبت اور لطف وموانست کا اظہار کیا وہ حیات طیبہ کا انمول حصہ ہے۔

انسانیت کیلئے محسن و معلم بن کر آنے والے نبی اکرم ﷺ نے بچوں کی تعلیم و تربیت کو کاروان زیست کی تعمیر و ترتیب میں خشت اول قرار دیا۔ اور اپنے لطف و کرم سے ان کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کی خاص ہدایت فرمائی، مثلاً: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی:

"اکرموا اولادکم، واحسنوا أدبهم"۔[20]

"اپنی اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور انہیں حسن آداب سے آراستہ کرو۔"

بیٹیوں کی پرورش اور تربیت و کفالت سے متعلق خصوصی احکامات دیتے ہوئے فرمایا:

"من عال جا ریتین حتی تدرکا،دخلت اناوهو فی الجنة کهاتین واشار بالسبابة والوسطی"۔[21]

"جس نے اس دنیا میں دو معصوم بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں سن شعور کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور اپنے ہاتھ کی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔"

کتب احادیث کا مطالعہ ایسی روایتوں کو ظاہر کرتا ہے، جو آنحضرت ﷺ کا امہات المومنین کی سابقہ اولاد کے ساتھ معاملہ کی نگرانی و ذمہ داری اور تعلیم و تربیت کے نازک فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دینے پر دلالت کرتی ہیں۔ جس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ان نفوس قدسیہ کو ربائب النبی کے معزز ترین لقب سے سرفراز ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا۔

حضرت خدیجہؓ کی اولاد کی تربیت و کفالت:

رسول اللہ ﷺ کی کفالت سے حضرت خدیجہؓ کی اولاد (ہند، ہالہ اور طاہر) کو دیگر اولاد ازواج مطہرات کے مقابلہ میں مستفید ہونے کا موقع نسبتاً کم ملا۔ کیونکہ یہ حضرات جس وقت آنحضرت ﷺ کی کفالت میں آئے عمر کی اس منزل میں داخل ہو چکے تھے جو تعلیم و تربیت کے اس انداز کو عبور کر چکی تھی، تاہم ان کی عمر اور ذہن و مزاج کے اعتبار سے حضرت اقدس ﷺ کا معاملہ ان کے ساتھ بھی مربیانہ اور مشفقانہ رہا۔ اور آپ انہیں اپنی قربت و رفاقت سے نوازتے رہے، جیسا کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ کی روایت سے واضح ہوتا ہے:

"مرالنبیﷺ بالحکم ابی مروان فجعل الحکم یغمز بالنبی و یشیر باصبعه فالتفت الیه النبیﷺوقال: اللهم اجعل له وزغا فرجف مکانه"۔[22]

''یعنی جب نبی ﷺ مروان کے باپ حکم کے پاس سے گزرے (جو مکہ کا شدید ترین مخالف تھا) تو وہ آپ ﷺ کو نشانہ لگانے اور انگلیوں سے اشارہ کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس پر لرزہ طاری فرما دے۔ تو وہ اپنی جگہ پر ہی حیرانی کے ساتھ لرزنے اور کپکپانے لگا''۔

یہ روایت حضرت ہند کا خانہ اندرون کے علاوہ باہر بھی آپ ﷺ کا اس کو ساتھ ساتھ رکھنے اور اپنے ساتھ ساتھ لے کر چلنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے یہ واقعہ بعثت نبوی کے بعد ابتدائی زمانہ کا ہے۔ اور یہ روایت صرف حضرت ہند سے ہی ملتی ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد کہ آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے کہ اس دوران حضرت خدیجہؓ کے بیٹے ہالہ آئے آپ نے گفتگو کے دوران ہی ان کے آنے کی آہٹ سنی تو فرط محبت سے کہنے لگے ہالہ آگئے، ہالہ آگئے۔ اس میں جہاں آپ کی محبت و تعلق ظاہر ہوتا ہے وہیں اس کے اظہار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعہ تعلقات میں پختگی اور مضبوطی پیدا ہو اور اس سے اصلاح و تربیت کا بڑا کام لیا جائے۔ مزید برآں حضرت طاہر بن ابی ہالہ کو ابتدائی عمر میں ہی مرتدین کی سرکوبی کیلئے یمن کی طرف بھیجنا مستقبل میں کسی بڑے مقصد کے لئے تیار کرنے پر دلالت کرتا ہے، حضرت خدیجہؓ کی اولاد کیساتھ رسول اللہ ﷺ کا مشفقانہ رویہ اور تربیت و کفالت میں بھرپور کردار اسلام کے تصور کفالت کی بہترین عملی صورت ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی اولاد کی تربیت و کفالت:

سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے فرزندان و دختران کے ساتھ آپ کا معاملہ مختلف تھا، کیونکہ یہ حضرات جس وقت آپ کی کفالت میں آئے سب کے سب چھوٹے اور کم سن تھے۔ اس لئے ان کی تربیت بھی ان کی عمروں کے مطابق کی گئی۔ مثلاً: حضرت عمر بن ابی سلمہ کی یہ روایت:

''کنت غلاماً فی حجر النبیﷺ وکانت یدی تطیش فی الصحفة فقال لی رسول اللهﷺ: یا غلام! قل بسم الله وکل بیمینک وکل ممایلیک''۔[23]

''میں نبی اکرم ﷺ کی گود کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میرا ہاتھ پلیٹ میں چاروں طرف پھر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا: اے بچے بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور جو کچھ تمہارے نزدیک ہے وہ کھاؤ۔ ''

سیرۃ النبی ﷺ سے یہ مثال آپ ﷺ کی تربیت اور تعلیم کا دلکش اسلوب پیش کرتی ہے، اور ساتھ ہی بچوں کی تربیت و کفالت میں نبوی اسوہ حسنہ کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ بچوں کی تربیت میں کس طرز کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ کی ہی سب سے چھوٹی اولاد حضرت زینب بنت ابی سلمہ کے ساتھ کھیلنا اور فرط محبت سے زینب کے بجائے زوینب کہنا جہاں آپ ﷺ کا ان سے غایت درجہ تعلق اور انسیت و محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہیں اس کا بھی سبق ملتا ہے کہ بچوں کی تربیت اور پرورش میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو ان کے مزاج و ذہن سے ہم آہنگ ہو اور فطرت وطبیعت کا پورا خیال رکھا گیا ہو، تاکہ بچہ تربیت کی پہلی منزل میں انداز بیان اور نفس مضمون کی سختی سے متنفر ہونے کی بجائے اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق کلام کو پا کر اس سے دلچسپی کا مظاہرہ کرے اور شوق و رغبت کے ساتھ فکر و ذہن کی اصلاح و تربیت کا اہم فریضہ انجام پاتا رہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے:

"ان النبیﷺ کان یلاعب زینب بنت ابی سلمة ویقول: یا زوینب یازوینب"۔[24]

"کہ رسول اللہ زینب بنت ابی سلمہ سے کھیلتے تھے اور کہتے تھے: اے زوینب اے زوینب۔"

نیز حضرت زینب سے ہی مروی یہ روایت ہے:

"کانت امی اذا دخل رسول اللہﷺ یغتسل تقول: ادخلی علیه،فاذا دخلت علیه نضح فی وجهی من الماء ویقول ارجعی"۔[25]

"یعنی جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو میری والدہ (ام سلمہ) کہتیں آپ کے قریب جاو جب میں جاتی تو آپ میرے چہرے پر پانی اچھالتے اور فرماتے: جاؤ جاؤ۔"

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا بچوں سے بے حد تعلق اور دلجوئی و دلبستگی کے ساتھ آپ کے انداز تربیت کو بیان کرتا ہے کہ بچوں کی عمر اور ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے پیش آنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن ابی سلمہ کا اپنی چچا زاد بہن امامہ بنت حمزہؓ سے نکاح فرما کر جہاں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی دلجوئی مقصود تھی وہیں احساس ذمہ داری اور فرائض کی ادائیگی میں عجلت بھی پیش نظر متصور ہوتی ہے نیز رخصتی سے قبل ہی امامہ بنت حمزہؓ کے انتقال پر آپ ﷺ کا یہ فرمانا: ((ھل جزیت سلمه)) "کیا تو نے سلمہ کا حق دے دیا ہے۔"[26] حضرت سلمہؓ سے آپ ﷺ کی محبت پر غماز ہے۔

اس کے علاوہ ان اولاد ازواج مطہرات کا دیگر امہات المومنین سے ربط و تعلق ان کے گھروں میں جانا ان سے روایت کرنا مثلاً: حضرت حبیبہ بنت ام حبیبہ کا ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے روایت کرنا، حضرت زینب بنت ابی سلمہ کا حضرت ام حبیبہ سے روایت کرنا اور حضرت عائشہ کا ہالہ بن ابی ہالہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا قول نقل کرنا وغیرہ جیسے واقعات میں بھی آپ کی تعلیم و تربیت کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔ جس نے اپنے اور غیر کے فرق کو ختم کر کے تمام امہات المومنین سے ربط و تعلق کو اس طرح استوار کر دیا تھا کہ ان میں سے کسی کے چہرے پر کسی کے سلسلہ میں ناگواری کی شکن ابھرتی اور نہ زبان پر حرف شکایت آتا۔ مذکورہ بالا تمام اسوہ نبوی سے معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ زیر کفالت ازواج مطہرات اور ان کی اولاد کی کفالت و تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی بلکہ نبوی مشنِ دعوت و تبلیغ و جہاد کیساتھ ساتھ کفالت و تربیت جیسے نہایت حساس ذمہ داری کو بھی احسن انداز میں ادا کر کے انسانیت کیلئے بہترین نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کی کفالتیں:

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی ریاست کے قیام کے بعد اصحاب رسول کی تربیت اس نہج پر کی کہ معاشرے کی غریب، نادار، اور مساکین ایتامیٰ کی کفالت و پرورش کا احساس ہمہ وقت بیدار رہتا تھا۔ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ منورہ ایک فلاحی ریاست کے طور پر اُبھرا، جس میں غربا، مساکین، یتامیٰ اور بیواؤں کیلئے امداد باہمی کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ خلفائے راشدین نے اِنہی بنیادوں پر کفالتِ عامہ کو ترقی دی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے ریاست کی ذمہ داریوں میں کفالت کو خاص اہمیت دی، یہاں تک کہ آپ نے ایک مرتبہ قحط سالی کے موقع پر ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ یہ قحط ختم نہ کرتا، تو میں ہر صاحب حیثیت مسلمان گھرانے میں اتنے ہی غربا داخل کر دیتا، یعنی ہر گھرانے کو اُن کے افراد کے برابر غریب و مسکین مسلمانوں کی کفالت کا ذمہ دار بنا دیتا''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفالت کے تصور کو اپنے دورِ خلافت میں خاص اہمیت دیتے ہوئے، غربا و مساکین کی کفالت کے لیے بیت المال کے نظام کو از سرِ نو ترتیب دیا، وفاقی دارالحکومت مدینہ منورہ کے علاوہ دیگر ریاستوں میں بیت المال کی عمارت تعمیر کرائیں، بیت المال کی آمدن و خرچ کا باقاعدہ حساب و کتاب مرتب کیا، نظم و ضبط کے لیے انتہائی محنتی اور اچھے کردار و شہرت کے حامل افراد کو منتظم بنایا۔

قرون اولیٰ میں صحابہ کرام اور صحابیات نے غربا کی اس قدر معاشی کفالت کی اور یتیموں کی پرورش کا ایسا حق ادا کیا کہ صحابہ کرامؓ کیساتھ ساتھ صحابیاتؓ، بلخصوص رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ نے بھی کفالت وپرورش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ذیل میں غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت وپرورش کے حوالے سے صحابیات کی عملی زندگی سے چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اسلام کی اولین مددگار خاتون تھیں، انہوں نے آغاز اسلام سے ہی آپ ﷺ کی ڈھارس باندھی۔ حضرت خدیجۃ الکبری نے اپنا تمام مال اسلام اور علم کو پھیلانے کے لیے خرچ کر دیا اور اپنی ساری دولت بیواؤں، یتیموں کے لیے وقف کر دی۔ گویا حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے علم کی اشاعت کے لیے مالی قربانی دی۔[27]

ام المؤمنین حضرت خدیجہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کے پورے قبیلے کی خشک سالی کے دوران بھرپور مالی امداد فرمائی، جیسا کہ معروف مورخ وسیرۃ نگار ابن سعدؒ بیان کرتے ہیں کہ حلیمہ بنت عبد اللہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچیں، حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے خشک سالی، گرانی اور مویشیوں کے ہلاک ہو جانے کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے ذکر کیا چنانچہ:

فَكَلَّمَ رَسُولُ اللهِ aخَدِيجَةَ فِيها، فَأَعْطَتْهَا أَرْبَعِينَ شَاةً وَبَعِيرًا مَوَقَّعًا لِلظَّعِينَةِ وَانْصَرَفَتْ إِلَى أَهلِهَا ."۔[28]

"حضور نبی اکرم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ خدیجہ سے اس بارے گفتگو کی تو انہوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کو ذاتی مال میں سے چالیس بکریاں دیں اور سواری کے لیے اونٹ بھی عنایت کیا جو سامان ومتاع سے لدا ہوا تھا۔ حلیمہ سعدیہ یہ سب کچھ لے کر اپنے خاندان میں لوٹ آئیں"۔

مقاطعہ شعب ابی طالب کے دوران جب بھوک وافلاس سے بدتر حالات تھے حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال سے کفالت کا سلسلہ بند نہ کیا بلکہ سارا مال اسی اثنا میں خرچ کر ڈالا۔ حضرت خدیجہ کے ایثار کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: "میرے آقا! اس مال ودولت کے مالک آپ ہیں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔ میرا اس میں کوئی عمل دخل نہیں"۔[29] چنانچہ یہی مال بعثت نبوی کے بعد نصرت اسلام کا سبب بنا اور حضور ﷺ معاشی فکر سے آزاد ہو کر دعوت دین کا فریضہ نبھاتے رہے۔

۲۔ حضرت عائشہؓ نے بھی غریب ونادار افرادِ معاشرہ کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش (کفالت) کی تھی جب اس کی شادی ہونے لگی تو آپ ﷺ نے شادی کی سادگی کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

یَا عَائِشَةُ :هَلْ غَنَّيْتُمْ عَلَيْهَا ؟ أَوَلا تُغَنُّونَ عَلَيْهَا ؟ "ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الأَنْصَارِ يُحِبُّونَ الْغِنَاءَ"۔[30]

"اے عائشہ! شادی کے لیے گیت وغیرہ کا انتظام کیوں نہیں کیا؟ پھر فرمایا: یہ انصاری لوگ غنا کو پسند کرتے ہیں"۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ نے نہ صرف ایک غریب بچی کی کفالت فرمائی بلکہ اس کی شادی بھی خود سرانجام دی۔

۲۔ سخاوت وفیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کی بدولت ام المساکین کے لقب سے متصف حضرت زینب بنت جحشؓ کا طرہ امتیاز تھا کہ وہ یتیموں، بیواؤں، فقراء ومساکین کی پناہ گاہ تھیں، چنانچہ حضرت عثمان الجحشیؓ بیان کرتے ہیں:

ما تركت زينب بنت جحش دينارا ولا درهما كانت تتصدق بكل ما قدر عليه وكانت مأوى المساكين"۔[31]

"حضرت زینب بنت جحش نے اپنے ترکہ میں درہم اور دینار میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔ آپ کے پاس جس قدر مال آتا سب اللہ تعالی کی راہ میں خیرات کر دیتیں اور آپ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔"

۳۔ حضرت زینب بنت خزیمہ بڑی رحم دل، منکسر المزاج، اور سخی خاتون تھیں۔ فقراء اور مساکین کے ساتھ فیاضی کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ام المساکین مشہور ہوگئی تھی۔[32] انھیں غریبوں، مسکینوں اور فاقہ مستوں کو کھانا کھلانے کا بڑا شوق وذوق تھا۔ جب تک وہ کسی کو کھانا نہ کھلا لیتیں انھیں سکون محسوس نہ ہوتا۔ ان کے باپ خزیمہ کا شمار اس زمانے کے بڑے رئیسوں میں ہوتا تھا۔

معروف سیرۃ نگار ابن ہشامؒ لکھتے ہیں:

وكانت تسمّى أم المساكين لرحمتها إياهم ورقتها عليهم ."۔[33]

"حضرت زینب بنت خزیمہ کو لوگوں پر ان کی رحم دلی اور نرمی کی وجہ سے ام المساکین کہا جاتا تھا۔"

۴۔ حضرت زینبؓ زوجہ عبد اللہ بن مسعودؓ بھی اپنی سخاوت اور غربا کی کفالت کی بدولت صحابیات میں خاص مقام رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کا حکم دیا تو انہوں سوال کیا کہ اگر وہ اپنے خاوند اور یتیم بچوں پر خرچ کریں تو کیا حکم ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے یتیم بچوں کی کفالت اور خاوند کی مالی اسعانت کو دوہرے اجر و ثواب کا عمل قرار دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

نعَمْ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔"۔[34]

ہاں! اس کے لیے دو اجر ہیں۔ ایک قرابت داری (صلہ رحمی) کا ثواب اور دوسرا صدقے کا اجر"۔

سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں کفالت کے اہتمام اور اہمیت سے متعلق مطالعہ سے واضح ہے کہ درج بالا اقدامات اور یتامیٰ و مساکین و بیواؤں کی کفالت کے عملی مظاہر رسول اقدس ﷺ کی تربیت کا کرشمہ ہیں۔ اس تحقیقی مضمون میں رسول اللہ ﷺ کے زیر تبیت ایسے نفوس قدسیہ کا ذکر کیا گیا ہے جنہیں کاشانہ نبوت میں پروان چڑھنے اور آغوش رسالت میں پلنے اور بڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، جن کی پرورش و پرداخت میں رحمت عالم ﷺ کی شفقت و محبت، لطف و موانست، دانائی و حکمت کا بڑا حصہ سمٹ کر جمع ہو گیا ہے۔ یہ مخفی پہلو اس بات کا مستحق ہے کہ اسے سیرت النبی ﷺ کے مقدس مضامین میں شامل کیا جائے تاکہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں معاشرتی اصلاح کیلئے موثر کردار ادا کرتے ہوئے یتیموں، بیواؤں، مساکین اور بے سہارا افراد کی معاشی و اخلاقی کفالت کا اہتمام کیا جائے۔

نتیجہ بحث:

مضمون ہذا کی تکمیل پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یتامیٰ، مساکین، بیواؤں اور بے سہارا افرادِ معاشرہ کو معاشرے کا فعال اور متحرک حصہ بنانے کیلئے جو تفصیلی ہدایات دی ہیں اِن میں ہر طرح خدمت کرنا، ان سے پیار کرنا، ان کے متروکہ مال و اسباب کی حفاظت کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کرنا، یتیم بچوں کی شادی کی فکر کرنا اور شادی کرانا، ان کو تکلیف و رنج نہ دینا، حکومت وقت کا ان کے مال و اسباب اور جائداد کی حفاظت کیلئے جج اور نگران مقرر کرنا، شامل ہیں۔ سیرۃ النبی ﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بے سہارا، یتامیٰ، مساکین، بیواؤں اور غربا کی دیکھ بھال، کفالت اور حقوق کی ادائیگی کیلئے تین اہم پہلوؤں سے بندوبست کیا ہے:

ا۔ اولاً، اُن کے قریبی عزیز رشتہ دار اور خاندان کے لوگوں کو معاشی کفالت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

۲۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو اُن کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی ہے۔

۳۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو ایسے افراد معاشرہ کی اخلاقی، قانونی اور معاشی کفالت ومعاملات کا ذمہ دار قرار دیا اور ریاست وحکمرانوں کو ایسے بے سہارا افراد کے بارے میں تاکیدی احکام دیئے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

[1] احمد بن فارس، مقاییس اللغۃ، بیروت: ارالفکر، ۱۹۹۲ء۔ 5/187۔

[2] فیروزآبادی، بصائر ذوی التمییز فی الکتاب العزیز، بیروت: المکتبۃ العلمیہ۔ 4/306۔

[3] لراغب الاصفہانی، المفردات فی غرائب القرآن، قاہرۃ: الکتب العلمیہ، 656۔

[4] المفردات فی غرائب القرآن، 656۔

[5] بن اثیر، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، بیروت: داراحیاء الکتب العربیہ، 4/192۔

[6] النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر: 4/192۔

[7] النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر:، 4/192۔

[8] زخرف 32:43

[9] معارج 24,25:70

[10] عماد الدین، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2/254

[11] احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، بیروت،: لبنان مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات،، 1992، الرقم: 11086،۔

[12] ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک حمیری، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار الجیل، 1411ھ، 264/2،۔

[13] طبرانی، معجم الاوسط: 58/6 رقم: 5787۔

[14] محمد بن اسماعیل، بخاری، الجامع الصحیح، بیروت: دار لکتب العلمیہ،، 41/1

[15] ابن سعد، ابوعبداللہ بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت: دار صادر، ۱/۱۲۰۔

[16] ڈاکٹر، حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، مولوی مسافر خانہ بندر روڈ، ۴۷۔

[17] مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، لاہور: کتبہ سلفیہ، ۱۳۰۔

[18]، ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، ریاض: دارالسلام، رقم الحدیث: ۳۶۶۱۔

[19]نبی کریم کے عزیز واقارب، محمد شریف اشرف، لاہور: اے مشتاق پرنٹرز، ۲۳۷۔

[20]، ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہسر گودھا: داراحیاءالسنہ النبویہ، رقم الحدیث: ۳۶۷۱۔

[21]، بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، بیروت: مکتبہ معارف، رقم الحدیث: ۸۹۴۔

[22]، ابن اثیر، محمد بن محمد، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، بیروت: دارالمعرفہ، ۷۳/۵۔

[23]کنزالاعمال، ۸۵/۷۔

[24]اسد الغابہ، ۴۶۱/۵۔

[25]اسد الغابہ، ۴۶۱/۵۔

[26]، ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب بیروت: دارالتراث العربی، س ن، ۴۶/۲۔

[27]ابو نعیم، احمد بن عبداللہ۔ء، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، لبنان: دارالکتاب العربی، س ن، 2ء27

[28]ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی، صفوۃ الصفوۃ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1989، 2ء29۔

[29]حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 4، 1990ء4، رقم: 6713،

[30]حاکم، المستدرک علی الصحیحین، 4/۲۵۔

[31]ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک حمیری۔ ۱۴۱۱ھ، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دارالجیل، 1411ھ، 6ء61۔

[32]مسلم، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری۔ س ن۔ الجامع الصحیح، بیروت: دار احیاء التراث العربی، رقم: 1029،

[33]ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۶/61۔

[34]طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، 1س24، 983ء263، الرقم: 667۔